لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ تاجِ امامت ورسالت جن پر ناز کرے

سعود ساحر

پاکستان کے اعلیٰ ترین قانون ساز ادارے نے آج سے تقریباً چالیس برس قبل وہ کام کر دکھایا، جس کے لیے برصغیر کے مسلمان ایک صدی سے جدوجہد کرتے آ رہے تھے۔ انگریز نے برصغیر پر اپنے تسلّط کے دور میں پوری قوت اس بات پر صرف کی کہ مسلمان اپنا دین بدل لیں، جس میں ناکامی کی صورت میں اپنی تگ ودو کو کئی جہتوں میں پھیلا دیا۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کو حملہ سہ گانہ کا روپ دیا۔ اوّلین کوشش تو تبدیلی مذہب کی خاطر ترغیب وتحریص کا حربہ تھا، مگر اس کی کامیابی کا امکان نہ ہونے کے برابر تھا۔ سو ایک کوشش اس سمت میں بھی کی گئی کہ مسلمان تبدیلی مذہب کی طرف راغب نہ ہوں تو ان کی معاشرتی تبدیلیوں کی راہ ہموار کی جائے کہ مسلمان نظر نہ آئے اور عمل سے دور مذہب کا معاملہ زبانی کلامی رہ جائے۔ علمائے اُمّت نے اس سازش کے خلاف بھی اپنی بساط بھر کوشش کی اور حکمت عملی اختیار کی کہ مغربی تہذیب کی علامتیں مسلم معاشرے میں راہ نہ پائیں۔

بالآخر دام ہمرنگ زمین بچھایا گیا اور مذہب کا جدید ایڈیشن مارکیٹ میں لایا گیا اور اس مقصد کے لیے اپنے ذہنی مزارعوں کو آگے بڑھایا گیا۔ انگریز کے اس خود کاشتہ پودے کا نام مرزا غلام قادیانی تھا، جس نے خود کو مسلمانوں میں قابلِ بول بنانے کے لیے ایک مجدّد اور مبلّغ کا روپ دھارا۔ علمائے اُمّت چوکنا ہوئے، مگر اس کے ابتدائی روپ پر گرفت کی گنجائش کم تھی کہ مرزا غلام قادیانی کفر مطلق کی طرف دو قدم بڑھتا تو ایک قدم پیچھے ہٹنے کی کہہ مکرنیاں کر رہا تھا۔ آخر کار اپنے آقاؤں کے اشارے پر اسے اپنی ذہنی برہنگی دکھانی پڑی۔ پھر حُرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہونے کو غلامانِ مصطفیٰ بھی میدان میں آ گئے۔ علمائے کرام اور صوفیائے عظام نے جلسوں، چھوٹے بڑے اجتماعات اور خطبوں میں اسے للکارا۔ ایک ایک جھوٹ کا پول کھولا۔ تضاد بیانی واضح کی۔ یہ آسان کام نہ تھا۔ انگریز آقاؤں کی پُشت پناہی اس کے لیے کھل کھیلنے کا میدان وسیع تھا۔ آنے والوں کے لیے زندگی کے مختلف شعبوں میں گنجائش پیدا کرنے کے لیے انگریز کی آمادگی بھی تھی۔ وسائل کی بہتات تھی، حکمرانوں کی سرپرستی حاصل تھی۔ انگریز مسلمان سے خائف تھا اور جذبہ جہاد کو اپنے لیے ایک مہلک ہتھیار سمجھتا تھا۔ سو انگریزوں کی ایجاد کردہ نرالے انداز کی ''نبوّت'' کا زور بھی اسی نقطے پر تھا۔

پھر مسلمانوں کے دینی رہنما اور روحانی پیشوا اُمّت کے ایمان اور عقیدے کی پاسبانی کے لیے کمر بستہ ہو گئے، زندگی کی ہر آسائش سے منہ موڑ لیا اور بقول سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ زندگی کا بیشتر حصہ ریل یا جیل میں گزار دیا۔ لگن یہی تھی کہ مسلمانوں کو اس سہ گانہ حملوں کی زد سے محفوظ رکھا جائے۔ اس میدان میں کوئی کسی سے پیچھے نہیں تھا، قانون دان، علم والے،

تحریر وتقریر کے میدان میں مقام رکھنے والے اپنی دُھن میں لگے ہوئے تھے، منکرِ ختمِ نبوّت کے اثرات سے مسلمانوں کو بچایا جائے۔ مرزا غلام قادیانی کی تحریریں پڑھ کر کوئی فاترالعقل ہی اسے صاحبِ ہوش قرار دے سکتا۔ سو حیدر آباد دکن کے جناب محترم الیاس برنی نے یہ کارنامہ انجام دیا کہ کئی سو صفحات کی ایک کتاب مرتب کی۔ جس میں اپنی طرف سے ایک لفظ بھی نہیں لکھا، بلکہ مرزا کی کتابوں، رسالوں اور قادیانیوں کی مطبوعات سے وہ ساری باتیں ایک جگہ جمع کر دیں، جن سے مسلمان مرزا کی حقیقت سے آگاہ ہو سکتے ہیں۔ الیاس برنی اب اس دنیا میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر نور سے بھر دے۔

گزشتہ تحریر میں تشنگی یوں محسوس ہوئی کہ بہت سے بزرگوں اور اس قافلہ سخت کے رہنماؤں کا تذکرہ رہ گیا، ہر چند کہ دو چار دس بیس سو صفحات میں مکمل بات سمونا ممکن نہیں، لیکن جو کچھ ذہن میں آئے، اسے نظر انداز کرنا بھی ممکن نہیں۔ آزادی کا سورج طلوع ہوا، اسلام کے نام پر مملکت کا قیام عمل میں آیا تو اطمینان کی یہ صورت پیشِ نظر تھی کہ انگریز کے اس خود کاشتہ پودے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ممکن نہ ہو تب بھی اس گروہ کو علیحدہ شناخت دی جائے، مگر ۴۷ء سے ۷۴ء تک عالم ہی دیگر تھا کہ قائدِ اعظم کے بعد ملک میں اقتدار و اختیار کے جو مالک بنے، ان کے نزدیک یہ کوئی مسئلہ ہی نہ تھا۔ بلکہ وہ اسے علماء کے شوقِ گفتار سے زیادہ کوئی وقعت دینے کو تیار نہیں تھے۔ ۵۳ء کی تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّت کو دبانے کے لیے لاہور میں مارشل لا لگایا گیا۔ جنرل اعظم خان نے ملازمت کو اہم سمجھتے ہوئے ہر وہ حربہ اختیار کیا جس سے اظہارِ حق کا گلہ دبایا جا سکے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور حضرت مولانا عبدالستار نیازی کو مارشل لاء کورٹ نے سزائے موت سنائی۔ متعدد مسلمانوں کو گولیوں سے بھون دیا گیا، ہزاروں زخمی ہوئے، جیلوں میں گنجائش سے زیادہ لوگوں کو اسیر کیا گیا۔ راولپنڈی میں مجلس احرار کی طرف سے ماسٹر موسیٰ کو ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا گیا۔ وہ کرتار پورہ کی مسجد میں بیٹھ کر ہر روز پانچ افراد کو گرفتاری کے لیے بھیجتے۔ راجہ بازار میں پولیس نے ایک حد بندی کی ہوئی تھی، اسے عبور کرنے والے کو گرفتار کر لیا جاتا، جوانوں، بزرگوں کی نفری کم پڑ گئی تو ماسٹر موسیٰ نے اعلان کیا کہ ماؤں، بہنو، بیٹیو، اب نوعمر بچوں کو گرفتاری کے لیے بھیجو! تحریک کمزور نہ پڑے، میری بیوہ ماں نے میرے بڑے بھائی محمود احمد کو نیا جوڑا پہنا کر مسجد کی طرف روانہ کر دیا، ابھی ان کی مسیں نہ بھیگی تھیں۔ اب وہ حکیم محمود احمد سرو سہارنپوری کے نام سے ایک بھرپور زندگی گزار کر صحت کے ہاتھوں بے بس ہو گئے۔ ان کے لیے دعاؤں کا طالب ہوں۔ ان کے شاعرانہ مقام، خطیبانہ انداز، اقبال سے ان کی محبت سے ایک زمانہ آشنا ہے۔ حضرت علاّمہ کے فارسی کلام کا منظوم ترجمہ خاصا مقبول ہوا۔

بہر حال سرکاری سطح پر آزادی اظہار پر قدغن کا یہ عالم تھا کہ قادیانیوں کے خلاف دو سطر کی خبر شائع ہونا ممکن نہیں تھا مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جس روزنامہ میں، میں کام کرتا تھا، جو ہمارے استاد مولانا عبدالحکیم کے بیان کی صورت میں تھی۔ ۵۳ء میں مولانا عبدالحکیم کی گرفتاری اس طرح ہوئی کہ ان کے معصوم بیٹے کا جنازہ گھر میں پڑا تھا، صبح تدفین ہونی تھی۔ رات میں مولانا کو گرفتار کر لیا گیا۔ مولانا عبدالحکیم کا تحریری بیان تو خاصا طویل تھا، مگر ہمارے نیوز ایڈیٹر محترم اشرف ہاشمی (مرحوم) نے کمال ہنر مندی سے دو فقروں میں ڈھال کر چھاپ دیا۔ صبح مالکان نے خاصی برہمی کا اظہار کیا اور آئندہ محتاط رہنے کی تاکید کی۔ خبر بس اتنی سی تھی۔

''مولانا عبدالحکیم نے مطالبہ کیا ہے کہ جہاد کی حرمت پر مشتمل لٹریچر ضبط کیا جائے۔''

راولپنڈی سے قادیانیوں نے ایک ہفت روز نکالا ''خورشید'' اسے رنگ تو ادبی اور سیاسی دیا، مگر اس میں اپنی بھی کرتے رہے اور نوجوان شعرا اور ادباء کو قابو کرنے کا گر بھی آزماتے رہے۔ خورشید کا ایک شمارہ مارکیٹ میں آیا، جس کے ادارتی صفحہ پر جلی حروف میں ایک چوکٹھا چھپا ہوا تھا جس کا لب لباب یہ تھا کہ ''آئندہ چند دنوں میں پاکستان کی سیاست میں زبردست دھماکہ ہونے والا ہے۔'' اب یہ کسی سانحہ کے بارے میں پیشگی اطلاع تھی، مرزا قادیانی نے پیش گوئی یا کہا تھا، مگر ہوا یہ کہ چند دن بعد مغربی پاکستان کے وزیرِ اعلیٰ ڈاکٹر خان قتل کر دیے گئے، مگر ''خورشید'' یا اس کے مدیر کے خلاف کوئی کارروائی ہوئی نہ کسی نے یہ پوچھا کہ ڈاکٹر خان کے قتل کے سوا وہ کون سا سیاسی دھماکہ ہے، جس کی نشاندہی قبل از وقت کی گئی، البتہ ''خورشید'' بند ہو گیا اور حضرت علامہ المشرقی کو قتل کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا اور ان کے کمانڈر خالد خورشید کو تشدّد کے ذریعے سلطانی گواہ بنایا گیا۔ جھوٹے مقدمے کا انجام تاریخ کا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علامہ مشرقی کو سرخرو کیا۔ مولانا ظفر علی خان تو ہمارے ہوش سے پہلے کی بات ہے، لیکن حضرت آغا شورش کاشمیری جنہیں اللہ تعالیٰ نے بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ نثر و نظم اور خطابت پر یکساں قدرت حاصل تھی، زندگی کے آخری سانس تک گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کا ہدف رہے۔ حضرت مولانا داؤد غزنوی، علاّمہ احسان الٰہی ظہیر، مولانا اسحاق ہزاروی، مولانا غلام اللہ خان رحمہم اللہ، کس کس کا نام لوں، ذہن میں ایمان کی قندیلیں روشن ہو جاتی ہیں، خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔ آمین۔

قادیانی کس طرح چھائے ہوئے تھے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب آزاد کشمیر کی حکومت کے خلاف قادیانیوں نے سازشوں کا آغاز کیا۔ بھٹو مرحوم کے کان بھرے تو آزاد کشمیر اسمبلی نے اپنے میرپور اجلاس میں پاکستان اسمبلی سے ایک سال قبل ۷۳ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیّت قرار دینے کی قرارداد منظور کی۔ صدر آزاد کشمیر سردار محمد عبدالقیوم خان کے دست راست میجر محمد ایوب نے اسمبلی میں قرارداد پیش کی۔ یہ پاکستان کے کسی اخبار میں جگہ نہ پا سکی، البتہ ۷۴ء میں پاکستان کے آئین میں ترمیم کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیّت قرار دیا گیا تو اس گروہ کی تبلیغ کے سوتے خشک ہوئے، البتہ ان کی ریشہ دوانیوں میں اضافہ ہو گیا۔ اب جگہ جگہ جماعت خانے تعمیر کرنے کا ارادہ کسی بڑے فساد کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے۔ ایک بات کا ذکر ضروری ہے اور وہ یہ کہ یحییٰ خان کے دور میں پلاننگ ڈویژن کا ڈپٹی چیئرمین ایم ایم احمد غالباً مرزا قادیانی کا پوتا تھا۔ ظفر اللہ خان سے لے کر ایم ایم احمد اور جنرل عبدالعلی تک ان مناصب جلیلہ تک کیسے پہنچے یہ علیحدہ موضوع ہے۔

بہرحال، ایم ایم احمد کو دفتر کی لفٹ سے اترتے ہوئے سرکار کے ایک ملازم صوفی اسلم صاحب نے گھائل کر دیا، وہ تو بچ گیا، صوفی اسلم گرفتار ہوئے۔ مقدمہ چلا تو راولپنڈی میں کوئی وکیل صوفی صاحب کے مقدمہ کی پیروی کے لیے آمادہ نہیں تھا، حالانکہ دینے والے منہ مانگی فیس دینے پر تیار تھے۔ یہ قادیانیوں کے دباؤ کا عالم تھا۔ ایسے میں مسلم لیگی وکیل راجہ ظفر الحق آگے بڑھے۔ اعلان کیا کہ میں بلا معاوضہ مقدمہ لڑوں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے راجہ ظفر الحق کو وہ عروج دیا کہ وہ وفاقی وزیر بنے۔ ایوانِ بالا کی رکنیت ملی اور پرویز مشرف کے دور میں انہوں نے وفا اور سیاسی وابستگی کی آبرو رکھی۔ اب مسلم لیگ (ن) کے چیئرمین ہیں۔ موتمر عالمی اسلام کے سیکرٹری جنرل ہیں۔ معاشرے میں ان کی عزت ہے، وقار ہے۔ نرم

گفتاری، انکسار، تواضع، ہر ادنیٰ و اعلیٰ کا احترام ان کا وصف ہے، لیکن راولپنڈی کی ضلعی انتظامیہ، کارپوریشن کے لیے وقت سے پہلے انتباہ ہوا کہ توجہ دیں، اب ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان کا تذکرہ بھی ضروری ہے، جس کا کہنا ہے کہ قرآن وحدیث اور انحراف ختمِ نبوّت کے خلاف علمی دلائل کا جو ذخیرہ ہمارے علماء نے اُمّت کے حوالے کیا ہے، وہ اپنی جگہ لیکن معلوم تاریخ میں اور قبل از تاریخ جو رسول اور نبی آئے، ان میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو جدا ہے کہ بدترین دشمن بھی آپ کی صداقت، امانت کی تصدیق کرتے اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک لمحہ تاریخ کے ریکارڈ پر موجود ہے۔

کون کہتا ہے کہ سایہ تیرے پیکر کا نہ تھا
میں تو کہتا ہوں کہ عالم پر ہے سایہ تیرا

آخر میں حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی تقریر سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے حسن بیان، لفظوں کے انتخاب کا کیا ملکہ عطا فرمایا۔

’’تصویر کا ایک رُخ تو یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی میں یہ کمزوریاں اور عیوب تھے۔ اس کے نقوش میں توازن نہ تھا، قد و قامت میں تناسب نہ تھا، اخلاق کا جنازہ تھا، کریکٹر کی موت تھی، سچ کبھی نہ بولتا تھا، معاملات کا درست نہ تھا، بات کا پکا نہ تھا، بزدل اور ٹوڈی تھا۔ تحریر و تقریر ایسی ہے کہ پڑھ کر متلی ہونے لگتی ہے، لیکن میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ اگر اس میں کوئی کمزوری بھی نہ ہوتی، وہ مجسمۂ حسن و جمال ہوتا، شاعر ہوتا، فردوسی وقت ہوتا، ابوالفضل اس کا پانی بھرتا، خیام اس کی چاکری کرتا، غالب اس کا وظیفہ خوار ہوتا، انگریزی کا شیکسپئر اور اردو کا ابوالکلام ہوتا، پھر نبوّت کا دعویٰ کرتا تو کیا ہم اسے نبی مان لیتے؟ میں تو کہتا ہوں کہ اگر علی رضی اللہ عنہ دعویٰ کرتے کہ جسے تلوار حق نے دی اور بیٹی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دی، سیدنا ابوبکر صدیقؓ، سیدنا فاروق اعظمؓ اور سیدنا عثمان غنیؓ بھی دعویٰ کرتے تو کیا بخاری انہیں نبی مان لیتا؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ میاں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کائنات میں کوئی انسان ایسا نہیں جو تختِ نبوّت پر سج سکے اور تاجِ امامت و رسالت جس کے سر پر ناز کرے۔‘‘ (امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، ستمبر ۱۹۵۱ء کراچی) (مطبوعہ: روزنامہ اُمّت کراچی، ہفتہ ۱۱ فروری ۲۰۱۲ء)

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان
29 مارچ 2012ء
جمعرات بعد نماز مغرب
ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان
دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061-4511961